اُم الکتاب سورۃ الفاتحہ

فضیلت اہمیت مفہوم

ماخوذ از خطاب: الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ۔ کراچی

خطبہ مسنونہ کے بعد أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَ نَفْثِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ O اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ O اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ O صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ﴾[الفاتحة:7]

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾ ''بلاشبہ قرآن حکیم کی ہدایت سب سے بہتر اور مضبوط ہے۔'' [بنی اسرائیل:9] بشرطیکہ اس میں انحراف کا راستہ اختیار نہ کیا جائے۔ انحراف کا راستہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کی تفسیر اپنی رائے اور خواہشات کے مطابق کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے (مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهٖ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ) ''جو شخص قرآن حکیم میں اپنی رائے داخل کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔ [جامع البیان للطبری] ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے (اَيُّ سَمَاءٍ تُظِلُّنِي وَ اَيُّ اَرْضٍ تُقِلُّنِي اِذَا قُلْتُ فِي الْقُرْاٰنِ بِرَأْيِي) اگر میں قرآن پاک میں اپنی رائے داخل کروں تو میں نہیں جانتا کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کون سی زمین مجھ کو پناہ دے گی۔ [مناھل العرفان]

پہلی سورت سورۃ الفاتحہ ہے۔ یہ باقاعدہ ایک سورت کا نام ہے۔ یہ نام کیوں ہے؟ فاتحہ شروع کرنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے لفظ افتتاح ہے۔ آپ کسی چیز کو شروع کریں اس کا افتتاح کرتے ہیں۔ افتتاح اور فاتحہ دونوں کا ایک ہی ماخذ ہے۔ سورۃ فاتحہ کو فاتحہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سے قرآن حکیم کا آغاز ہو رہا ہے۔ یہ آغاز باعتبار کتابت ہے باعتبار نزول نہیں ہے۔ نزول کے اعتبار سے اس سے قبل بھی آیات اور سورتیں موجود ہیں۔ یہ باعتبار ترتیب، باعتبار کتابت ہے۔ اس سورۂ مبارکہ سے قرآن کریم شروع ہوا ہے۔ اس لیے اسے سورۂ فاتحہ کہا جاتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے نماز کا آغاز کرتے ہیں۔ نماز میں جو قراءت ہے وہ سورۂ فاتحہ سے شروع کی جاتی ہے، لہٰذا اس کا نام سورۃ الفاتحہ ہے اور یہ دونوں وجوہات، یہ دونوں علتیں یا وجہ تسمیہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں پیش کی ہیں۔

یہ سورت ان چار آیتوں یا سورتوں میں سے ایک ہے جسے عرش کا خزانہ کہا گیا ہے۔یعنی عرش کے خزانے یہ صرف چار ہی ہیں جن میں ایک سورۂ فاتحہ ہے۔صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ جبریل امین علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔اچانک آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی۔جبریل امین علیہ السلام نے فرمایا کہ (هٰذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ) "یہ آواز آسمان کا ایک دروازہ کھلنے کی آئی ہے۔آج آسمان کا ایک دروازہ کھلا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا۔" (فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ) "اس دروازے سے ایک فرشتہ اترا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں اترا۔" وہ فرشتہ پہلی بار زمین کی طرف آیا ہے۔اس فرشتے نے آ کر کہا ہے کہ (أَبْشِرْ بِنُورَيْنِ أُوتِيتَهُمَا) "اے محمد ﷺ! آپ خوش ہو جایئے دو نور پا کر، یہ دو نور اللہ کی طرف سے آپ کو عطا ہوئے ہیں۔" ان میں سے ایک نور سورۂ فاتحہ ہے اور دوسرا نور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں ہیں۔فرمایا کہ یہ دو، نور اللہ کی طرف سے آپ کو ملے ہیں (لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيتَهُ) "ان دونوں نوروں کا جو بھی حرف آپ پڑھیں گے وہ آپ کو ضرور ملے گا۔" [صحیح مسلم] اس حرف میں اللہ کی طرف سے کیا برکتیں پنہاں ہیں، رحمتوں کے اور معانی کے کیا خزانے ہیں وہ سب آپ کو حاصل ہوں گے۔

اس سورۂ مبارکہ کو قرآن حکیم کی سب سے بڑی سورت کہا گیا ہے۔اس کی دلیل صحیح بخاری کی حدیث ہے۔رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابی ابوسعید ابن المعلی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وہ نماز میں تھے۔نماز پڑھ رہے تھے۔انہوں نے جلدی نماز مکمل کی اور نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ (مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنِي) "جب میں نے بلایا تھا تب کیوں نہیں آئے؟" عرض کیا کہ (كُنْتُ أُصَلِّي) "میں نماز پڑھ رہا تھا۔" فرمایا کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں پڑھا؟ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَ لِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾ [الانفال: 24] "اے ایمان والو! اللہ اور اس کا رسول تمہیں جب بھی بلائے تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔" فوراً لبیک کہو اور اس میں تاخیر نہ کرو۔یہ فرمان آپ نے نہیں پڑھا؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو آواز ہے، جو آپ کی دعوت ہے، جو آپ کی ندا اور پکار ہے وہ سب سے اہم ہے۔یہ پکار جو بھی سنے وہ کسی بھی مصروفیت میں ہو، اسے ترک کر کے نبی ﷺ کی خدمت میں پیش ہو۔اس لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ "رسول کی پکار کو اپنے جیسوں کی پکار نہ سمجھو۔" [النور: 63] جیسے ایک انسان دوسرے کو پکارتا ہے خواہ وہ کتنا بڑا ہو، وہ کتنا بڑا محدث ہو، فقیہ ہو، امام ہو، صحابی ہو، تابعی ہو۔اس کی پکار رسول ﷺ کی پکار جیسی نہیں ہے۔یہی نبی کریم ﷺ کی امتیازی شان ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان، آپ کی بات اس کا اتنا وزن ہے کہ پوری دنیا مل کر بھی اس تک نہیں پہنچ سکتی۔ چنانچہ اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اسے چاہے پوری دنیا بلائے، اس میں ہر طرح کے لوگ ہیں لیکن ان سب کے بلانے پر بھی اسے نماز توڑ کر جانا جائز نہیں ہوگا۔ یہ صرف نبی کریم ﷺ کا مقام ہے کہ آپ جب بھی بلائیں آپ نماز میں ہوں، کسی بھی حالت میں ہوں، آپ نے فوراً مصروفیت کو ترک کر کے اللہ کے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضری دینی ہے۔ قرآن پاک کے اس فرمان کا یہی مدعا ہے۔ چنانچہ یہ بات آپ نے سمجھادی۔

اس کے بعد فرمایا کہ (لَأُعَلِّمَنَّكَ أَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ) "ابوسعید میں تمہیں قرآن پاک کی سب سے بڑی سورت کی تعلیم مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے دوں گا۔" نبی کریم ﷺ نے اس کا ہاتھ تھاما ہوا تھا اور دروازے کی طرف جا رہے تھے۔ فرمایا کہ یہ تعلیم بھی ابھی دینا چاہتا ہوں مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ سراپا اشتیاق ہو گئے اور نبی کریم ﷺ کی تعلیم کا انتظار کرنے لگے۔ آپ چلتے جا رہے ہیں حتیٰ کہ دروازہ آ گیا۔ ابوسعید نے عرض کیا کہ آپ نے ایک وعدہ فرمایا تھا، اب تو ہم نکلنے والے ہیں۔ فرمایا کہ ہاں، وہ سب سے بڑی سورت سورۃ الفاتحہ ہے۔ فرمایا کہ "السبع المثانی" بھی ہے اور "القرآن العظیم" بھی ہے اور "ام الکتاب" بھی ہے۔" [صحیح بخاری] اس کے یہ تین لقب ہیں۔ یہ تین نام کیا ہیں؟ ایک عربی مقولہ ہے (كَثْرَةُ الْأَسْمَاءِ تَدُلُّ عَلٰى شَرْفِ الْمُسَمّٰى) "جس کے زیادہ نام ہوں، زیادہ لقب ہوں تو یہ ناموں کی کثرت اس کے زیادہ شرف کی دلیل ہے۔" ناموں کی کثرت مسمی، جس کے نام ہیں اور جس کے القاب ہیں، کے اونچے شرف کی دلیل ہے اور پھر یہ نام تو شریعت لے رہی ہے۔ یہ نام تو کتاب وسنت میں منقول ہیں۔ فرمایا کہ یہ سب سے بڑی سورت بھی ہے اور یہ "السبع المثانی" بھی ہے۔ "السبع" کا معنی سات جس کی سات آیات ہیں، المثانی وہ سات آیات جن کو بار بار دہرایا جاتا ہے۔ ان آیات کو بار بار دہرایا جاتا ہے۔ اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ سورۂ فاتحہ ہر نماز میں پڑھنی چاہیے۔ قرآن کہتا ہے اس کا نام "السبع المثانی" ہے۔ یہ بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ اس کو بار بار دہرانا چاہیے۔ اس آیت پہ استدلال کیا ہے کہ سورۂ فاتحہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنی چاہیے ورنہ "المثانی" کا معنی ادا نہیں ہو سکتا۔ "المثانی" کا معنی تب ہی ادا ہوگا جب اس کو بار بار پڑھا جائے۔ تو پڑھنے کا یہی محل ہے۔ اس کو نماز میں پڑھنا فرض قرار دیا گیا ہے۔ یہ اس کا ایک نام ہے۔

دوسرا نام، فرمایا کہ یہ "ام الکتاب" ہے۔ "ام" عربی زبان میں اصل کو کہتے ہیں اور ماں کو بھی کہتے ہیں۔ ماں، والدہ۔ ماں سے اولاد کا سلسلہ چلتا ہے۔ سورۂ فاتحہ "ام الکتاب" ہے جس کا معنی یہ ہے کہ قرآن پاک

کے سارے مضامین سورت فاتحہ سے متفرع ہیں۔ سورت فاتحہ سے ماخوذ ہیں۔ جو قرآن پاک کے بنیادی مضامین ہیں وہ سب کے سب سورہٴ فاتحہ میں موجود ہیں اور اسی سے مضامین کی تفریع ہے۔ اسی سے متفرع ہیں۔ اس لحاظ سے ام الکتاب ہے۔ اگر اس سورہ کو کما حقہ سمجھا جائے، اس کو پڑھا جائے تو مضامین قرآنی سمٹ کر آپ کے سامنے آجائیں اور یہ سورہ بقیہ تمام مضامین کی تمہید ہے۔ اس لیے اس کو ام الکتاب یا ام القرآن کہا گیا۔ یہ پورے قرآن کی ماں ہے، یعنی پورے قرآن پاک کے مضامین اس سورت سے ماخوذ ہیں اور تیسرا نام ''القرآن العظیم'' اس کو قرآن عظیم ہی کہہ دیا گیا۔

یہ سورت ہی قرآن عظیم ہے۔ اس میں ام الکتاب کا معنی کہ جو مضامین قرآن میں ہیں وہ اس سورت میں ہیں۔ گو یہ سورت ہی قرآن عظیم ہے۔ اتنی عظیم الشان یہ سورت ہے۔ اس سورت کا قرآن عظیم ہونا، علماء نے اس کے دو معنی بیان کیے ہیں: ایک یہ کہ جو قرآن پاک پڑھنے کا ثواب ہے وہ اس ایک سورت کے پڑھنے کا ثواب ہے۔ ان کا استدلال نبی کریم ﷺ کی ایک اور حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورہٴ اخلاص ﴿قل هو الله احد﴾ کو ثلث قرآن قرار دیا ہے اور فرمایا کہ (اِنَّهَا لَتَعۡدِلُ ثُلُثَ الۡقُرۡآنِ) [صحیح بخاری] ''سورہٴ اخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔'' سورہٴ اخلاص ایک مضمون پر مشتمل ہے اور وہ توحید ہے۔ شروع سے آخر تک اس کا ایک ہی مضمون ہے اللہ رب العزت کی توحید۔ جبکہ شریعت کے بنیادی طور پر تین مضامین ہیں۔ ہمارا پورا دین تین مضامین پر مشتمل ہے۔ ایک اللہ کی توحید ہے، دوسرا رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور تیسرا امور آخرت۔ پوری مکی زندگی میں رسول اللہ ﷺ نے انہی مضامین کو بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی اور آخرت۔ موت، قبروں میں جانا، قبروں سے اٹھنا، اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا یہ امور معاد ہیں۔ مرنے کے بعد جتنے بھی امور ہیں وہ تمام امور معاد ہیں۔ جنت اور جہنم، میزان، پل صراط، حوض کوثر، مقام محمود، شفاعت، یہ تمام امور امورِ معاد کہلاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم یا پوری شریعت انہی تین موضوعات پر مشتمل ہے اور یہ تینوں سورہٴ فاتحہ میں ہیں۔ سورہٴ اخلاص میں ایک مضمون ہے توحید اور وہ ایک سورت ایک تہائی قرآن کے برابر ہے اور سورہٴ فاتحہ ان تینوں مضامین کو بیان کرتی ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اس سورت کو قرآن کہا گیا ہے، ام الکتاب کہا گیا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو قرآن پاک کی تلاوت کا اجر ہے وہ سورہٴ فاتحہ کی تلاوت کا اجر ہو سکتا ہے کیونکہ تمام مضامین کا یہ احاطہ کیے ہوئے ہے۔ یہ ایک بنیادی سبب ہے اس کے ''القرآن العظیم''

ہونے کا کہ یہ سورت ہی قرآن ہے۔

احادیث میں اسے سورۂ شافیہ بھی کہا گیا ہے۔شافیہ کا معنی شفا دینے والی۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے،ان کا مشہور واقعہ جو سفر سے لوٹ رہے تھے تو ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا اور بھوک تھی،کھانے پینے کا سامان ساتھ نہیں تھا۔قریبی جو علاقہ تھا اس علاقے کے سردار سے ضیافت طلب کی اس نے انکار کر دیا۔صبر کیا۔اتفاق ایسا کہ اس کو ایک بچھو نے ڈنگ مار دیا اور وہ تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔پھر اس کو یاد آیا کچھ درویش یہاں بیٹھے ہوئے ہیں،ان کو بلاؤ۔بلایا گیا۔اس کی تکلیف دیکھی،ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے دم کیا۔اللہ نے اس کو راحت دے دی۔خیر!پھر اس نے ضیافت پیش کی،اپنے اس رویے پر نادم ہوا۔لیکن ان لوگوں نے جو ضیافت بکریوں کی صورت میں لی وہ استعمال نہیں کی کہ پہلے اللہ کے نبی سے پوچھیں گے۔پھر اس پر استعمال کا حق ہے۔چنانچہ مدینہ منورہ پہنچے۔آپ سے سوال کیا تو آپ نے پوچھا کہ تم نے کیا پڑھ کے دم کیا؟عرض کیا کہ سورت فاتحہ پڑھی۔فرمایا کہ تمہیں کس نے بتایا کہ یہ دم ہے![صحیح بخاری] (اِنَّهَا نِعْمَةُ الرُّقْيَةِ) ''سب سے بہترین دم سورہ فاتحہ ہے۔'' یہ پڑھ کر مریض پر یا اپنے اوپر پھونکا جائے،پڑھا جائے تو اللہ رب العزت شفا عطا فرمائے گا۔سب سے بہترین دم ہے اور یہ سب کو یاد ہے۔کوشش کریں یہ دم خود کیا کریں۔یہ نہیں کہ کوئی تکلیف ہو،کوئی مرض ہو تو چلو فلاں حضرت صاحب کے پاس وہ دم کریں گے۔یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے۔دم خود کرنا چاہیے۔یا اتفاقاً آپ مریض کے پاس گئے ہیں۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم مریض کی خدمت کا حق کیسے ادا کریں؟اس کو دم کر دیا کریں؟فرمایا کہ ہاں۔(مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ) ''اپنے بھائی کو نفع پہنچاؤ،دم کرو اللہ تعالیٰ شفا دے گا،اسے صحت دے گا۔'' [صحیح مسلم] تو یہ ''سورۃ الشافیہ'' ہے۔

اس کا نام سورۃ ''الکافیہ'' بھی ہے۔کفایت کرنے والی،اور یہ بڑا عظیم معنی ہے۔یعنی سورہ فاتحہ بقیہ قرآن سے کفایت کرسکتی ہے۔کسی شخص کو صرف سورہ فاتحہ یاد ہے،وہ جب نماز پڑھے اس کی نماز ہو جائے گی اور ایک شخص کو پورا قرآن یاد ہے اور وہ پورا قرآن نماز میں پڑھ جائے،سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہو گی۔تو یہ سورت کفایت کرتی ہے۔اس معنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بھی ہے کہ اس سورت کا کوئی عوض نہیں ہے۔یہ سورہ بقیہ قرآن سے کفایت کرسکتی ہے لیکن بقیہ سارا قرآن اس سورت سے کفایت نہیں کرسکتا۔

پھر یہ سورۃ المناجات ہے، بڑا عجیب نام ہے، اس سورۃ کی برکت سے بندہ دن میں متعدد بار اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ باقاعدہ اس سورۃ کے توسط سے بندے کو جواب بھی دیتا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (قَسَّمْتُ الصَّلٰوۃَ بَیْنِی وَ بَیْنَ عَبْدِی) میں نے ''الصلوٰۃ'' کو آدھا آدھا تقسیم کر لیا اپنے اور اپنے بندے کے درمیان۔ آدھی ''الصلوٰۃ'' میرے لیے اور آدھی میرے بندے کیلئے۔ اب تقسیم کیا چیز کی ہے؟ سورۃ فاتحہ تقسیم کی ہے اور تو کوئی چیز نہیں۔ اس کا معنی یہ کہ اس سورت کے ناموں میں سے ایک نام ''الصلوٰۃ'' بھی ہے۔ اتنی اہم سورت کہ اس کو قرآن کہا، اس کو نماز کہہ دیا۔ اتنی اہم سورت ہے اور اتنی بابرکت کہ اس کے توسط سے مناجات ہو رہی ہے۔ بندہ اپنے پروردگار سے باتیں کر رہا ہے اور اللہ رب العزت اپنے بندے کو جواب دے رہا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ (اِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی حَمِدَنِی عَبْدِی) جب بندہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ ''میرے بندے نے میری تعریف کی۔'' میرے بندے نے میری تعریف کا حق ادا کر دیا۔ الحمد للہ رب العالمین اللہ تعالیٰ کی سب سے بہترین تعریف ہے۔ اس میں بندہ اعتراف کرتا ہے کہ تمام تعریفیں، الحمد، یہ (اَلْ) استغراق کا ہے، یعنی استغراق حمد، جو بھی اسباب حمد یا امور حمد ہو سکتے ہیں اور جو بھی تعریف اور تعریف کے اسباب یہ سب اللہ رب العزت کیلئے ہیں اور اللہ فرماتا ہے کہ (حَمِدَنِی عَبْدِی) ''میرے بندے نے میری تعریف کر دی۔'' بندہ کہتا ہے ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ اللہ فرماتا ہے (اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِی) ''میرے بندے نے میری ثنا بیان کی۔'' بندہ کہتا ہے ﴿مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾ ''تو قیامت کے دن کا مالک ہے۔'' اللہ فرماتا ہے (مَجَّدَنِی عَبْدِیْ) ''میرے بندے نے میری بزرگی بیان کر دی، میری تمجید کر دی۔'' ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ بندہ یہ کہہ رہا ہے اور اللہ کیا فرما رہا ہے؟ (ھٰذَا لِعَبْدِی وَ لِعَبْدِی مَا سَأَلَ) ''میرے بندے کے یہی لائق تھا کہ وہ یہ اقرار کرے۔'' یہ اعتراف کرے، کیا؟ ﴿وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ ''اور صرف تجھ سے مدد چاہتے ہیں، تیرے علاوہ کسی سے نہیں۔'' بڑا عظیم الشان عقیدہ ہے بلکہ تمام عقائد کی اساس اور روح ہے کہ صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور کسی کی نہیں کیونکہ عبادت، یہ بڑا جامع لفظ ہے۔ عبادت شریعت کے ان الفاظ میں سے ہے جن الفاظ پر پوری شریعت کا فہم قائم ہے۔ کچھ الفاظ دین اسلام میں جامع الفاظ ہیں کہ ایک ہی لفظ پورے دین کی اساس

ہے ﴿اِیَّاکَ نَعۡبُدُ﴾ ''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کسی کی نہیں۔'' یہ بڑا عظیم اعتراف ہے، پورے دین کا اقرار اور اعتراف۔ مَیں نے شیخ الاسلام کا قول نقل کیا تھا۔ فرماتے ہیں کہ پورے دین کے دو ہی نکتے ہیں، دو ہی بنیادیں ہیں (مَنۡ تَعۡبُدُ) اور (کَیۡفَ تَعۡبُدُ) ''عبادت کس کی کرتے ہو اور عبادت کیسے کرتے ہو؟'' بس یہ پورے دین کا محور ہے۔ کس کی اور کیسے؟ کیا چیز؟ عبادت۔ یعنی پورا دین اس پر دائر ہے۔ یہ پورے دین کا محور ہے۔ بس یہ وہ نکتے ہیں جو پورے دین کی اساس ہیں۔ کس کی کرتے اور کیسے کرتے ہیں؟ اور جواب بھی دو ہی ہیں۔ کوئی تین چار جواب نہیں ہیں۔ پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ صرف ایک اللہ کی اس کے علاوہ کسی کی نہیں۔ ﴿اِیَّاکَ نَعۡبُدُ﴾ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق اور کسی کا طریقہ نہیں اور کسی کا منہج یا قول وقرار نہیں۔ صرف پیغمبر علیہ السلام کا طریقہ، آپ کا منہج، آپ کا راستہ، بس یہ پورا دین ہے تو یہ بڑا عظیم الشان اعتراف ہے ﴿اِیَّاکَ نَعۡبُدُ﴾ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں ﴿وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ﴾ تجھ ہی سے استعانت کرتے ہیں۔ اللہ پاک اس کا کیا جواب دیتا ہے؟ (هٰذَا لِعَبۡدِیۡ) میرے بندے کے یہی لائق تھا کہ یہی اس کا عقیدہ ہو، یہی اس کا منہج ہو، یہ اس کا اقرار و اعتراف ہو جو بندے نے کرلیا۔

﴿وَ لِعَبۡدِیۡ مَا سَأَلَ) ''اب میرا بندہ جو سوال کرے گا دوں گا۔'' اب مانگو۔ اب تم مانگو، سوال کرو۔ اب بندہ کیا مانگے؟ مانگنے کیلئے بہت کچھ ہے۔ لیکن کیا مانگتا ہے؟ اللہ نے کیا تعلیم دی اور بندہ کیا طلب کررہا ہے؟ ﴿اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ﴾ اے اللہ! ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت دے۔ سیدھا راستہ عطا فرمادے۔ یہ بندے کی طلب ہے۔ کن کا راستہ؟ ﴿صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ﴾ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا۔ جن کیلئے تیرے جنت کے وعدے ہیں۔ اپنی محبتوں کے وعدے ہیں۔ تیری رضا کے وعدے ہیں ان کا راستہ عطا فرمادے۔ ﴿غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ﴾ ان کا راستہ نہیں جو تیرے غضب، لعنت اور پھٹکار کے مستحق بنے۔ ﴿وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ﴾ اور نہ گمراہوں کا راستہ۔ صرف ان لوگوں کا راستہ جو انعام یافتہ ہیں جن پر تیرا انعام ہوا۔ جو جنت کے مستحق ہیں۔ جو تیری محبتوں کے مستحق ہیں ان کا راستہ عطا فرمادے[صحیح مسلم] اللہ فرماتا ہے کہ (هٰذَا لِعَبۡدِیۡ) میرے بندے کے یہی لائق تھا کہ مجھ سے دنیا کا سوال نہ کرے دین کا سوال کرے۔ دنیا تو مل ہی جاتی ہے۔ دنیا تو اللہ تعالیٰ نے سب کو عطا کرنے

کا وعدہ کیا ہے۔ دین کا وعدہ سب کیلئے نہیں ہے۔ دنیا کے بارے میں فرمایا کہ جو بھی اس زمین پر چلنے والا، رینگنے والا ہے ان کا رزق ہمارے ذمے ہے سب کو دیں گے لیکن دین کا نہیں۔

فرمایا کہ ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ ''یہ ہدایت ان کو دیں گے جو اس راہ میں صحیح اور سچی کوشش کرے گا۔'' [العنکبوت:69] جن کی کوشش کی بنیاد درست ہے۔ کوشش کرنے والے بھی بہت ہیں۔ جدوجہد کرنے والے بھی بہت ہیں لیکن جدوجہد کی اساس درست نہیں ہوگی۔ جدوجہد یقیناً ہو رہی ہوتی ہے۔ اب کسی نے جانا تو ہے لاہور کی طرف اور وہ راستہ اختیار کرتا ہے کوئٹہ کا۔ اب کہے کہ بھاگ تو بہت رہا ہوں، جدوجہد بھی بہت ہو رہی ہے لیکن لاہور نہیں آرہا۔ یہ لاہور کبھی بھی نہیں آئے گا کیونکہ جو راستہ اختیار کیا تھا وہ درست نہیں۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر دین اسلام کا راستہ آپ نے منتخب کیا ہے تو تمہاری سمت مکہ اور مدینہ کی طرف ہونی چاہیے۔ مکہ اور مدینہ کی طرف سیدھا راستہ ہے جہاں سے یہ دعوت پھوٹی۔ جہاں پہ یہ توحید خالص بیان ہوئی۔ اگر یہ سمت تبدیل ہوگئی تو چاہے لاکھ جدوجہد کرو اس کا کوئی حاصل نہیں۔ قرآن کہتا ہے ﴿وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا﴾ جو شخص اس راہ کا طالب ہے اور کوشش بھی اسی راستے کی کرتا ہے۔ [بنی اسرائیل:19] یہ نہیں کہ نظر کسی اور طرف اور قدم کسی اور طرف۔ کوشش تو ہوگی لیکن وہ کوشش مستقیم نہیں ہوگی۔ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ دین کے طالب تو بہت ہیں لیکن جو راستہ ہے، بہت سارے لوگوں کو نصیب نہیں۔ اگر کوئی صحیح کوشش کرے گا اس کو ہم ہدایت دیں گے ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا﴾ اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے اور تمہاری انابت، خشیت، خوف اور تعلق اللہ کے ساتھ سیدھا ہوگا، پورے اخلاص کے ساتھ، اس میں یہ تعصب نہ ہو جو ہم نے مصنوعی بنا رکھا ہے مذہب کا، برادریوں کا اور آباء واجداد کی پیروی کا اور پیر و مرشد کی تقلید کا، یہ چیزیں نہ ہوں۔ تعلق براہ راست اللہ کے ساتھ ہو۔ ﴿يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا﴾ تو اللہ تم کو فرقان دے دے گا۔ [الانفال:29] یہ فرقان فرق ہے۔ ایک تمیز حق و باطل کے درمیان، نفع اور نقصان کے درمیان، خیر اور شر کے درمیان، جنت اور جہنم کے درمیان، مقبول اور مردود کے درمیان۔ اللہ تعالیٰ تم کو فرق دے گا۔ یہ فرق ہر ایک کو نصیب نہیں ہے۔ عمریں گزر گئیں، تمیز نہیں ہے۔ توحید اور شرک کا فرق معلوم نہیں ہے۔ سنت اور بدعت کا راستہ معلوم نہیں۔ عمریں گزر چکی ہیں۔ عمریں بیت چکی ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کیلئے کوشش مطلوب ہے اور یہ صحیح سمت ہے کہ

انابت اللہ کی طرف ہو، محبت اللہ کی ہو، طلب اللہ سے ہو اور دین اور پھر راستہ اور طریقہ کار وہی ہو جو اللہ کے پیغمبر ﷺ نے بیان کیا کہ (تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ) ''تمہارے بیچ دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔'' (لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا) ''جب تک ان دو چیزوں کو تھامو گے گمراہ نہیں ہو گے۔'' حق پر قائم رہو گے تو تم کو حق نصیب ہوگا۔ یہ دو چیزیں جو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں (کِتَابُ اللّٰہِ وَ سُنَّتِیْ) ''ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری سنت ہے۔'' [موطا امام مالک]

یہ طریق ہے جس پر چلنا ہے اور یہ مطلوب کوشش ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے گا۔ فرمایا کہ میرے بندے کے یہی لائق تھا کہ مجھ سے دین طلب کرے، جنت طلب کرے اور آخرت طلب کرے۔ اس نے طلب کر لی میں اس کو عطا فرماتا ہوں اور بھی جو مانگے گا عطا کروں گا۔ اس لحاظ سے اس سورت کا نام سورۃ المناجاۃ ہے کہ اس سورہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مناجات ہو رہی ہیں۔ اللہ رب العزت باقاعدہ بندے کی گفتگو کا، اس کی تلاوت اور قراءت کا جواب دے رہا ہے اور یہاں بھی علماء نے سورۂ فاتحہ کی فرضیت کا بڑا صریح استدلال کیا ہے۔ یعنی یہ جواب اللہ کس کو دے گا جو پڑھے گا کہ بندہ یوں کہے تو اللہ یوں کہے گا۔ بندہ ﴿اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ کہے، اللہ فرمائے گا، (اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِی) بندہ ﴿مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾ کہے، اللہ فرمائے گا، (مَجَّدَنِیْ عَبْدِی) اور بندہ اگر چپ کھڑا ہو، بالکل ہونٹ سی کر کھڑا ہو، پڑھتا ہی کچھ نہیں، اس کو کیا جواب ملے گا؟ یہ جواب اس کو ملے گا جو یہاں قراءت کرے گا، اپنی زبان سے ادا کرے گا۔ یہ قول کیا ہے؟ یہ قول پڑھنے کا نام ہے۔ تو یہ حدیث ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مناجات کا اور اس کی ان تلاوتوں کا، ان قراءتوں کا باقاعدہ جواب دے گا۔ کتنی بڑی فضیلت ہے! تو یہ اس سورۂ مبارکہ کے نام اور اس کے اسماء ہیں جس سے اس کا شرف واضح ہوتا ہے۔ اس کا مقام واضح ہوتا ہے۔ اس سورہ کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ اس لیے اس کو نماز میں پڑھنا فرض قرار دیا گیا ہے اور ''مَا تَیَسَّر'' یعنی جو سب سے آسان، اس سورہ کو قرار دیا گیا ہے۔ یعنی یہ سورت سب کو یاد ہوتی ہے اور کوئی حصہ یاد ہو یا نہ ہو یہ سورت سب کو یاد ہوتی ہے، اتنی آسان ہے۔ ایک بچہ بھی سب سے پہلے آسانی سے اس سورہ کو یاد کر لیتا ہے۔ چونکہ اس کی تلاوت ایک بڑے اہم رکن کا فرض قرار دے دیا گیا۔ تو یہ سارے اسماء جو ہیں اس سورت کے شرف کی دلیل ہیں۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی چونکہ نماز مکہ مکرمہ کے آخری دور میں فرض ہوئی اور یہ سورت نماز

میں پڑھنا فرض ہے، لہٰذا نماز کی فرضیت سے قبل اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرما دی تھی، اور عطا فرما دی تھی تو یہ بندے کیلئے اعزاز ہے۔ کس طرح مکالمہ، مناجات خالق اور مخلوق کے درمیان! جو لوگ نماز نہیں پڑھتے کتنے محروم ہیں! اور جو لوگ نماز پڑھتے ہیں لیکن سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے کتنے محروم ہیں! یعنی وہ اللہ کے مکالمے سے محروم ہیں۔ ستیاناس ہو تعصّبات کا، ان مذہبی تعصبات کا کہ ہمارے ہاں سورۂ فاتحہ نہیں۔ حدیث کہتی ہے کہ بندہ یہ پڑھے گا تو اللہ جواب دے گا۔ بندہ بت کے خاموش کھڑا ہو کہ ہم نے نہیں پڑھنا ہمارے ہاں سورۂ فاتحہ نہیں ہے، کتنے بڑے افسوس کی بات ہے۔ ایک مناجات، ایک مکالمہ کتنا عظیم الشان ہے جس سے یہ آدمی محروم ہے۔

پھر سورۂ فاتحہ کا یہ بھی امتیاز ہے کہ جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہہ دے تو مقتدی اور امام سب مل کر آمین کہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت زور سے آمین کہنے کی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ (يَقُوْلُ آمِينُ مَدَّ بِهَا صَوتَهُ رَفَعَ بِهَا صَوتَهُ) ''نبی کریم ﷺ آمین کہتے، اپنی آواز کو کھینچتے، اپنی آواز کو اونچا کرتے۔'' [سنن أبي داوٗد] حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیچھے آمین کہتے، مسجد گونج اٹھتی۔ [صحیح بخاری] حالانکہ وہ مسجد سنگ مرمر کی نہیں تھی، کھجوروں کی شاخوں کی تھی جہاں گونج پیدا نہیں ہوتی جب تک زور سے آواز نہ نکالی جائے۔ اس قسم کی مسجد ہو تو چھوٹی آواز بھی گونج پیدا کر دیتی ہے لیکن مسجد ہی کھجوروں کی شاخوں کی ہو وہاں کیا گونج پیدا ہوگی؟ تو اس سے آپ اندازہ کریں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کتنی زور سے آمین کہا کرتے تھے۔ پھر اس کی فضیلت کیا ہے؟ مرتبہ کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (اِذَا اَمَّنَ الْقَارِئُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُؤَمِّنُ فَمَنْ وَافَقَ تَامِيْنُهُ تَامِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ) ''جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، تم زمین پر نماز پڑھتے ہو آسمانوں پر فرشتے نماز پڑھتے ہیں، اس وقت فرشتے بھی آمین پکارتے ہیں اور جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے ایک بار مل گئی اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کے سارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔'' [صحیح بخاری] یہ بھی سورۂ فاتحہ کا مقام ہے۔ یہ شان ہے، کتنی عظیم سورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.